Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 6 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

Urdu Ghazal and Environmental Criticism

اردو غـــزل اور ماحولیـــاتی تنقیـــد

Dr. Parveen Kallu
Associate Professor Urdu Department , Government College University Faisalabad
Dr. Saira Irshad
Assistant Professor, Urdu Department Government Sadiq College Women University Bahawalpur
Dr. Muhammad Rahman*
Assistant Professor Urdu Department Hazara Univetsity Mansehra,
drmrehman75@gmail.com

ABSTRACT

Urdu ghazal is a broad literary genre in terms of its themes, symbols, and metaphors. In traditional ghazals, elements of nature such as flowers, gardens, spring, desert, rain, moon, stars, rivers, and wind were used only to express beauty or love, but in modern times, these elements have taken on new meanings in the context of environmental criticism. co criticism is the study of literature that examines the relationship between man and nature, environmental problems, the destruction of natural resources, and human behavior. Although there is little direct tradition of environmental awareness in Urdu ghazals, modern poets have made the destruction of nature, pollution, artificial life, and human indifference the subject of their poetry. In classical Urdu ghazals, poets like Meer, Ghalib, and Momin presented nature in an aesthetic way. In Mir's case, barren gardens and autumn symbolize human tragedy, while in Ghalib's case, the cosmic vastness and the mystery of nature are prominent. In this era, nature was the interpreter of human emotions. In the context of environmental criticism, Urdu ghazals make it clear that man is losing his spiritual and cultural identity by separating himself from nature. The destruction of the garden in the ghazal is not just a scene but a symbol of the decline of human values. Modern poets do not consider nature as a mere backdrop but consider it as a fundamental part of human life. In short, environmental criticism in Urdu ghazals is an emerging trend that looks at the relationship between nature and man from new angles. This trend does not limit literature to aesthetics alone but also provides

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 6 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

social and environmental awareness.

Key Words: Urdu Ghazal, Environmental Criticism, Eco criticism, Meer, Ghalib, Momin, environmental awareness.

اردو غزل کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ اردو شاعری کی مقبول ترین صنف رہی ہے۔ اس کو ہر شاعر نے گلے لگایا۔ ہر نقاد نے اس کی تعریف و توصیف میں زمین آسمان کے قلابے دیے۔ اتنی ہی متنازعہ بھی رہی۔ اس طرح ہر شاعر کے لیے آسان رہی۔ حالاں کہ یہ مشکل صنف ہے کیوں ہر شعر کے بعد موضوع بدلتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ کسی شاعر نے اور کچھ لکھا ہو یا نہ لکھا ہو مگر غزل ضرور لکھی ہو گی۔ بلکہ بعض شعرا نے تو غزل کی مقبولیت دیکھ کر ہی اس میں بہت سا کلام کہہ ڈالا اور اپنی بہترین توانائیاں اس پہ خرچ کر دیں۔ اس صنف کو سب سے بہترین مانا گیا۔ رشید احمد صدیقی نے اسے "اردو شاعری کی آبرو" قرار دیا تو کلیم الدین احمد نے اس کی مخالفت کی۔ عظمت اللہ خان نے بھی اس کی مخالفت کی۔ ترقی پسند نقادوں کی اکثریت نے غزل کو مسترد کر دیا تھا۔ کسی نے اسے عورتوں سے قرار دیا تو کسی نے اس کی ہیئت کو آڑے ہاتھوں لیا۔ کسی نے اسے ہارمونیم بازی قرار دیا تو کوئی اسے عشق معشوقی کا منبع قرار دیتا رہا۔ کسی نے اسے مصنوعی صنف قرار دیا تو کوئی اسے صرف عاشقوں کی دقیانوسیت ہی قرار دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی مخالفت میں اینٹی غزل جیسی صنف بھی "کھڑی" کر دی گئی لیکن اس کے باوجود غزل کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں آنا تھا نہ آیا۔ البتہ کلیم الدین احمد کی یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ "غزل نیم وحشی صنف سخن ہے"۔ وجہ یہ ہے کہ اس میں ہر قسم کے خیالات سما سکتے ہیں۔ چاہے وہ دیوانگی کی باتیں ہوں یا ہوشمندانہ۔

اگر ہم اردو غزل اور ماحولیاتی تنقید کی بات کریں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس طرح دیگر اصناف میں ماحولیاتی تنقید کے عناصر کی نشان دہی کی جا سکتی ہے اسی طرح غزل میں بھی ممکن ہے۔ اس سلسلے میں اردو غزل کے "خدائے سخن" میر کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے:

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمار جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو (۱)
سارا جانے ہے

یعنی صنف غزل میں ماحولیاتی تنقید کی مختلف اصطلاحات جیسے بن نگاری ، مظاہر پسندی، حیات مرکزیت، حیاتیاتی معاشرہ اور ماحولیاتی تانیثیت ملتے ہیں۔ اس حوالے سے غلام محمد قاصر کا یہ مشہور شعر اہم حیثیت رکھتا ہے، جس میں وہ یوں کہتے ہیں:

رازوں کا جنگل تو کسی پہ نہیں کھلتا
پیڑوں کی زباں اور پرندوں کی زباں اور (۲)

مذکورہ شعر حیاتیاتی معاشرہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حیاتیاتی معاشرہ سے مراد وہ

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 6 (2026)

Online ISSN 3007-3197 | Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

معاشرہ ہے جس میں انسان، حیوان، نباتات بشمول بشریات مل کر ایک توازن پید اکرتے ہیں اس معاشرے میں انسان کی حیثیت کیا ہے۔ پرندے کیا کرتے ہیں۔ پودے ارو دیگر نباتات کیا کرتے ہیں۔ان سب کے بارے میں یہ بات اہم ہے کہ اس حیاتیاتی معاشرہ میں سب اپنی ذمہ داری کے حوالون سے مصروفِ عمل ہیں۔ شاعر بھی یہی بتلانا چاہتا ہے کہ پرندوں اور درختوں میرے اس سوال کا جواب کیسے دے سکتے ہیں کہ کائنات کے ڈھکے چھپے گوشے کیسے ہیں۔ کیوں کہ پیڑوں اورپرندوں کی بولیاں الگ الگ ہونے کی وجہ سے اس کائنات کے راز ہی الگ ہیں۔ یعنی ماحول کے مختلف عناصر ہوتے ہیں۔اسی شاعر کا ایک اور شعریوں ہے:

ہر ایک پھول ہے شاید کہ چشم نرگس کو
بھری بہار میں بے نور کر گئی وہ نظر (۳)

یعنی شاعر نے پھولوں کو اس بات کا گواہ بنا کر پیش کیا ہے کہ نرگس بے نور کیوں ہوئی۔ اس شعر کا ماخذ یہ شعر ہے۔ جس میں اقبال یوں کہتے ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنے بے نوری پہ روتی ہے
بڑ مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (۴)

نرگس ایک بوٹی ہے جو کہ عام طور پر تالابوں یا نہروں کے کناروں پائی جاتی ہے۔ اس بوٹی پر پھول کھلتا ہے لیکن اس کے نکلنے کے لیے عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اس چمن میں دیدہ ور آسانی سے پیدا نہیں ہوتا۔یہی حال قوموں کا ہوتا ہے۔ وہاں لیڈر کا پیدا ہونا آسان نہیں۔ صدیوں میں کوئی آدھ ہوتا ہے۔ اس ماحولیاتی شعر میں اقبال یہی کہتے ہیں۔

اسی طرح چاند اور چکور نامہ پرندہ بھی حیاتیاتی معاشرے کے عضو لیے ہیں۔ اماوس کی راتوں یہ چکور درد بن کر چاند کو دیکھنے کے لیے سوال کرتا ہے:

ایک دید کی اۃمدی پہ جیتا ہوا چکور
کرتا ہے التماس مرے چاند اب تو آ (۵)

غلام محمد وقاصر کا ایک اور شعر یہ ہے:

سرد ہواؤں سے تھے ساحل ک رہت کے
یارانے (۶)
لُو کے تھپڑے سہنے والے صحراؤں کے ٹیلے تھے

مذکورہ بالا شعر میں فطرت کے عناصر جیسے سرد ہوائیں، ساحل کی ریت، گرم لُو، تن تنہا ویران صحرا کے وسط میں کھڑے ریت کے ٹیلے، ان سب کو شاعر نے اپنے پورٹریٹ میں سجا کر ایک گل دستہ بنا کر پیش

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 6 (2026)

Online ISSN 3007-3197 | Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

کیا ہے جو "بن نگاری" کی اصطلاح کی ترجمانی کرتا ہے۔ "بن نگاری" کے مطابق ہر جگہ قدرتی ماحول ہونا چاہیئے۔ تاحدِ نگاہ جنگل ہونا چاہیئے۔ سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر نگاہ ڈالی جائے تو سمندر نظر آتا ہے۔

انسان کو ہمیشہ سے ماحول کا دشمن قرار دیا گیا ہے کیوں کہ یہ حسن فطرت کو پامال کرتا ہے۔ کبھی پہاڑ کو کاٹ کر سڑکیں بناتا ہے تو کبھی گھر بناتا ہے۔ اس طرح وہ آبادیاں اور کالونیاں بناتا ہے۔ یوں وہ جنگل کی خوب صورتی اور اس کی دل آویزی کا دشمن بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ ماحول کی خوب صورتی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جس کی وجہ سے جنگلی حیات ناپید ہوتی جا رہی ہے اور ماحول کا فطری توازن بگڑ تا ہے۔ اس سلسلے میں غلام محمد قاصر کہتے ہیں:

ویراں سمجھ کے شاخِ نشیمن نہ کاٹیے
شام آئی تو پرندے پلٹ کر بھی آئیں گے (۷)

اس طرغ کے ایک اور شاعر یوسف حسن بھی ہیں جن کے ہاں ماحولیاتی تنقید کے حوالے سے کافی مواد پایا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

یوسف بہار ہو کہ خزاں اپنے باغ میں
اک آشیاں بھی جس پر ملے وہ شجر نہ کاٹ (۸)

یعنی ایک ایسا شجرہ کاٹا جا رہا ہے جو ایک طرف تو ماحولیات کے حوالے سے اہم ہے اور دوسرا یہ کہ اس پر ایک پرندے کا بھی گھونسلہ ہے جو ماحول دوست ہوتا ہے اور قدرتی ماحول کا حصہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو ماحول دشمن کہا جاتا ہے۔ اس شعر میں یہی فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔

"بن نگاری" میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مظاہر کی ترجمانی مکمل طور پر ہو۔ صحرا میں وسعت۔ تاحدِ نگاہ جنگل ہو۔ سمندری مخلوق بھی اپنی پوری اب وتاب کے ساتھ موجود ہو۔ فطرت کے شاہکار اپنے سامنے پاکر انسان ان کا دشمن کیوں بن جاتا ہے۔ اس حوالے سے یوسف حسن اس کے حوالے سے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں :

یوسف اپنا جرم کوئی اپنے سر لیتا نہیں
کیا کہیے صحرا کہ دریا بے صدا کیوں کر ہوا (۹)

پرندے، درخت اور شجر ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ ایک حیاتیاتی معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے بغیر ادھورے ہیں اس طرح کا ایک اور شعر یوں ہے :

چڑیوں نے جو آشیانے بنائے
ہر نخل نہال ہو رہا ہے (۱۰)

ماحولیاتی تانیثیت کو جدید تنقید میں اہم مقام حاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عورت کے حقوق کے حوالے سے

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

بات کرنا اور اس کا جائز مقام متعین کرنا ضروری ہے۔ اس کا استحصال نہ ہو۔ اس پر جبر و استبداد نہ ہو۔ اس کے حقوق غصب نہ ہوں۔ کیوں کہ ہمیشہ اس بے چاری پر ظلم ہوتا ہے اور ہر جگہ اس کے حقوق کا ستیا ناس ہو رہا ہے۔ معاشرے میں اس کے ساتھ ہمیشہ نامناسب رویہ روا رکھا جا رہا ہے۔ اس کو ماحولیاتی تانیثیت کہتے ہیں کہ عورت کا مقام معاشرے کے لیے بہت ضروری ہے اور اس کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ اس عورت ہی کی وجہ سے دنیا کا سوزِ دروں زندگی کے لیے ضروری ہے۔ ایک شعر یوں ہے:

جب عشق نے چھلانگ لگا دی چناب میں
باقی رہا سوال گھڑے کا نہ ناؤ کا (۱۱)

"بن نگاری" ہی کے حوالے سے غالب کا ایک مشہور شعر یوں ہے:

میں باغ میں کیا گیا، گویاں دبستاں کھل گیا (۱۲)
بلبلیں سن کے میری نالے غزل خواہ ہو گئیں

متذکرہ بالا شعر سے بن نگاری کی تفصیل سامنے آتی ہے کہ فطرت کو اپنے حسن میں مکمل کر کے سامنے لایا جائے۔ جب شاعر باغ میں جاتا ہے اور وہاں کے چرند و پرند، حشرات الارض اور پھل پھول وغیرہ اپنی مستی میں اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔ ہر کوئی اپنے حال میں مست تھا گویا ایک دبستاں موجود تھا جس میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ لیکن چوں کہ میرا دل غموں سے بھرا ہوا تھا اس لیے وہ سب پرندے خصوصاً بلبلیں میرے نالے سن کر غزل خواہ ہو گئیں۔ اس سلسلے میں یوسف حسن ہی کا ایک اور شعر یوں درج ہوا ہے:

سحر تھا کوئی کہ پانی کی غلط تقسیم
باغ بے برگ و ثمر، جنگل ہرا کیوں ہوا (۱۳)

چوں کہ ماحول کو نقصان پہنچانے میں انسان نے تبدیلیاں کی ہوئی ہیں اور اس نے ماحول کی خوب صورتی کو کافی حد تک خراب کر دیا ہے مگر یہ بھی ایک قدرتی عمل ہے اور فطرت خود سے آنے والی تبدیلیوں کو قبول کرتی ہے اور یہ فطری تغیرات کے طور پر ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں کہتے ہیں:

جو اپنی ریت میں گم ہو چلا ہے
وہ دریا کیا ڈبوئے کیا اچھالے (۱۴)

انسان اپنے ماحول میں مختلف موجودات اور تخلیقات سمیت اپنی موجودگی ثابت کرتا ہے۔ چوں کہ ان موجودات میں "دریا" بھی ایک اہم رکن ہے۔ اس لیے یوسف حسن نے دریا کے حوالے سے یوں کہا ہے:

اک بے انت سمندر تیری منزل اے دریا
لیکن خاک اڑائیں تیرے ساحل اے دریا (۱۵)

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 6 (2026)
Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

"مظاہر پسندی" ماحولیاتی تنقید کی اہم اصطلاح ہے جس کے مطابق کائنات میں ہر چیز روح رکھتی ہے اوعاس طرح فطرت اپنی جمالیاتی حسن کے حساب سے مکمل ہوتی ہے۔ اس سے ایک جمالیاتی تہذیب کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ اس بارے سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج کا انسان اپنی مصروفیات کی وجہ سے اس قدر الجھ گیا ہے اس لیے وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے اندر سے خالی ہو گیا ہے۔ وہ فطرت کے حسین نظاروں کو دیکھنا اور قدرت کے حسین ماحول کو آہستہ آہستہ کھوتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کا اندرونی چین ختم ہوتا جا رہا ہے اور وہ مشین کی طرح زندگی گزارنے لگا ہے۔ وہ کسی خوب صورت منظر سے لطف اندوز ہونے سے کنارہ کش ہوتا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں یوسف حسن کہتے ہیں :

صحرا میں اک سناٹے سے سہمے سہمے رہتے تھے
شہر میں اپنی آوازوں کی ویرانی سے ڈرتے ہیں (۱۶)

ایک اور جگہ یوں کہتے ہیں:

کہسار یہ کہسار کٹائی کے لیے تھا
رستہ کوئی نہ مجھ تک رسائل کے لیے تھا
بندوقیں اٹھائے ہوئے پھرتے تھے شکاری
اور شور پرندوں کی رہائی کے لیے تھا (۱۷)

یوسف حسن کے ہاں ماحولیات کے حوالے سے کئی خوب صورت اشعار ملتے ہیں جس میں انھوں نے اس بات پر افسردگی کا اظہار کیا ہے کہ آج کا انسان اگرچہ خود کو "ماحول دوست" اور ماحولیاتی فکر سے ہم آہنگ کرنے کی باتیں کرتا ہے مگر اس کی سوچ اس بات کی نفی کرتی ہے کیوں کہ وہ ایسے کام کرتا ہے جو ماحول دشمن ہوتے ہیں۔ وہ نئی تعمیرات کرتا ہے۔ پہاڑوں اور درختوں کی کٹائی کرتا ہے جس کی وجہ سے موسمی تغیرات دن بدن تبدیل ہو رہی ہیں۔ دنیا بھر میں موسم کے تیور تبدیل ہوتے جا رہے ہیں۔ آج کل ہر جگہ سیلاب آرہے ہیں۔ گرمی میں سردی کا موسم اور سردی کے موسم میں گرمی کا موسم آرہے ہیں۔ انسان کے منصوبے ماحول کے لیے تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔ اس طرح وہ پودوں، درختوں، پرندوں اور دریاؤں کے حوالے سے اپنی سوچ ایسی رکھتا ہے کہ وہ تباہی سے دوچار رہے ہیں۔ اس سلسلے میں شاعر کہتا ہے:

آئے پتے بھی پھل بھی پنچھی بھی
زندگی تو شجر نے پائی ہے (۱۸)

شکیب جلالی کے ہاں بھی ماحولیاتی تنقید کے حوالے سے خاصا مواد ملتا ہے۔ وہ اپنی شاعری میں کئی حوالوں سے ماحولیاتی اشارے کرتے ہیں۔

ماحولیاتی حوالے سے جائزہ لیا جائے تو ہوا اور انسان ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ جب شکی جلالی

Online ISSN 3007-3197 Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

شاعری کرتے ہیں تو وہ ہوا کو افسردہ اور غمگین دکھاتے ہیں۔ وہ اپنے دکھ کو ننھے پھول کے دکھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ کیوں کہ یہ پھول کھلنے سے پہلے بہار سے روٹھ گیا تھا۔ پھول کی ہستی ایک بہار کی مرہون منت ہے۔ پھول کا نکھار، رنگ اور خوشبو سب کچھ موافق ماحول کے مطابق اپنے رنگ بکھیرتے ہیں لیکن شاعر کے خیال کے مطابق اس کے غم بھی ایسے ہیں کہ اُسے بہار کا موسم نصیب نہ ہو سکا، اس سلسلے میں شکیب کہتے ہیں:

اس لیے تو ہوا رو پڑی درختوں میں
ابھی میں کھل نہ سکا تھا کہ رت بدلنے لگی (۱۹)

ایک اور جگہ یوں کہتے ہیں:

بنی نہیں جو کہیں پر، کلی تربت تھی
سنا نہیں جو کسی نے، ہوا کا نوحہ تھا (۲۰)

انسان کی بھی کیا بات ہے کہ خود ہی ہرے بھرے جنگلات کاٹ دیئے اور پھر اس کی وجہ سے آنے والی موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے پریشان ہے اور اپنے کیے پہ پچھتا رہا ہے کہ میں نے کیا کیا۔ انسانی ماحول کو بہترین بنانے کے لیے درختوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہی ماحول کو بہترین اور خوش گوار بناتے ہیں۔ مگر بدقسمتی اس سے بھی زیادہ اور کیا ہوتی کہ ہم نے درختوں کو کاٹنا شروع کر دیا ہے۔ جہاں بھی درخت نظر آئیں اُن کو بے دردی سے کاٹا جاتا ہے۔ اسی درخت کے حوالے سے شکیب جلالی یوں نوحہ کناں ہیں:

جہاں شجر پہ لگا تھا تیز کا زخم شکیب
وہیں پہ دیکھ لے، کونپل نئی نکلنے لگی (۲۱)

اس طرح ایک اور جگہ انھوں نے تتلی کو بھی ماحول دوست بتایا ہے اور یہ ہوتی بھی ہے۔ کیوں کہ تتلی تب آتی ہے جب پھول ہوں، کلیاں ہوں، باغ ہوں، گلستان ہوں اور ہر طرف پانی ہو جس سے انسان کی روح خوشی سے سرشار ہوتی ہے۔ اسی حوالے سے شکیب جلالی کا یہ خوب صورت شعر یوں اپنا رنگ دکھاتا ہے:

مری گرفت میں آ کر نکل گئی تتلی
پروں کے رنگ مگر رہ گئے ہیں مٹھی میں (۲۲)

اوپر کی گئی بحث سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اردو غزل میں ماحولیاتی حوالے سے خصوصی حوالے ملتے ہیں۔ ان حوالوں کے حساب سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ شعرا نے ماحولیاتی حوالے سے اپنی تخلیقات میں خاصا ادب تخلیق کیا ہے۔

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 6 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

حوالہ جات

مولوی عبدالحق، دیوان میر، مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۱ ۱۔

غلام محمد قاصر، منتخب کلام، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ص ۵۰ ۲۔

ایضاً، ص ۶۷ ۳۔

اقبال، کلیاتِ اقبال، فضلی سنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۸۹ ۴۔

غلام محمد قاصر، منتخب کلام، بہ حوالہ ادب اور ماحولیات، از محمد بشارت، نمل ۵۔
یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۲۳ء، ص ۱۷

ایضاً، ص ۴۸ ۶۔

ایضاً ۷۔

ایضاً، ص یوسف خان اے دل اے دریا، رُمیلہاؤس، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۳۰ ۸۔

ایضاً، ص ۴۰ ۹۔

ایضاً، ص ۴۲ ۱۰۔

یوسف خان اے دل اے دریا، بحوالہ ایضاً، ص ۴۹۔۵۰ ۱۱۔

مرزا اسداللہ خان غالب، دیوانِ غالب، فضلی سنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۲ ۱۲۔

یوسف خان اے دل اے دریا، بحوالہ ایضاً، ص ۵۰ ۱۳۔

ایضاً ۱۴۔

ایضاً، ص ۵۱ ۱۵۔

ایضاً ۱۶۔

یوسف خان اے دل اے دریا، بحوالہ ایضاً، ص ۵۱۔۵۲ ۱۷۔

ایضاً، ص ۵ ۲ ۱۸۔

شکیب جلالی، روشنی اے روشنی، ماورا پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۱۷ ۱۹۔

ایضاً، ص ۱۹ ۲۰۔

ایضاً، ص ۱۸ ۲۱۔

شکیب جلالی، روشنی اے روشنی، بحوالہ ادب اور ماحولیات، ایضاً، ص ۵۳ ۲۲۔